طریقِ انتخاب - جداگانہ یا مخلوط؟

برصغیر پاک وہند کی تقسیم سے پہلے مسلمان اس خطے میں اقلیت میں تھے اور وہ محسوس کرتے تھے کہ مخلوط جمہوری انتخاب میں ان کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوسکتا چنانچہ 1909ء کی اصلاحات کے سامنے آنے سے پہلے ان کے ایک نمائندہ وفد نے اکتوبر 1905ء میں وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور اپنی تاریخی یادداشت میں مخلوط طریقِ انتخاب کی مخالفت کرتے ہوئے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی سیاست میں اس مطالبے کو بنیادی حیثیت حاصل رہی اور بجاطور پر یہ تسلیم کرلیا گیا۔

1947ء میں برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں مملکتِ خداداد پاکستان وجود میں آئی اور جوں ہی دستور سازی کا عمل شروع ہوا، پاکستان کی نظریاتی حیثیت کے پیشِ نظر طریقِ انتخاب بھی زیر بحث آیا۔ 1947ء سے سقوط مشرقی پاکستان (1971ء) تک ملک کی سب سے بڑی مذہبی اقلیت کی حیثیت ہندوؤں کو حاصل تھی، اس کے بعد مسیحی برادری سب سے بڑی اقلیت ہے۔ طریقِ انتخاب کے حوالے سے جہاں ملک کی سیاسی جماعتیں آپس میں بٹی ہوئی تھیں، وہیں مسیحی برادری بھی باہم منقسم تھی۔ ایک طرف وہ مسیحی تھے جو پاکستان کی نظریاتی حیثیت سے قطع نظر اقلیتوں کا مفاد اس میں دیکھتے تھے کہ جداگانہ انتخاب کا طریقہ اپنایا جائے۔ جوشوا فضل الدین (1) نے Separate Electorates: The Life Blood of Pakistan لکھ کر اپنا نقطۂ نظر واضح کیا، تاہم دوسری طرف وہ اقلیتی راہنما تھے جو جداگانہ انتخاب کو آبادی میں باہمی تفریق کا سبب خیال کرتے تھے اور ان کی رائے میں اس طرح اقلیتوں میں اپنے بارے میں دوسرے درجے کا شہری ہونے کا احساس پرورش پاتا ہے۔ 1947ء سے اب تک مغربی پاکستان (1971ء

---

(1) جوشوا فضل الدین (1903ء-1976ء) کیتھولک مسیحی تھے اور جہلم کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے جہلم، فیصل آباد اور راولپنڈی کے تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاء کالج پنجاب یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی سند حاصل کی تھی۔ وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور اسی راستے سے سیاسی میدان میں داخل ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ہمدردوں میں سے تھے۔ روزنامہ انقلاب (لاہور) بابت 22 جولائی 1938ء میں انہوں نے برصغیر کی تقسیم کے حق میں ایک مضمون لکھا تھا۔ انہوں نے کرسچن لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلم لیگ کی تائید کی۔ اس تنظیم کے وہ سیکریٹری جنرل تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد 1951ء میں پنجاب صوبائی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور وحدت مغربی پاکستان (1955ء) کے بعد ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر دیکھیے)

کے بعد پاکستان) میں کبھی جداگانہ اور کبھی مخلوط طریقِ انتخاب رائج رہا ہے۔ 1973ء کے دستور میں ابتداً اقلیتوں کے لیے نشستیں مخصوص نہ کی گئیں اور مخلوط انتخاب رائج کیا گیا۔

1985ء کے صدارتی آرڈی ننس کے تحت جداگانہ انتخاب کا طریقہ اختیار کیا گیا چنانچہ مارچ 1985ء، نومبر 1988ء اور اکتوبر 1990ء کے انتخابات میں اقلیتی آبادی نے براہ راست اپنے ووٹوں کے ذریعے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے اپنے نمائندے منتخب کیے ہیں۔ انتخابات میں اقلیتوں کی بھرپور دلچسپی کے باوجود اقلیتی اور بالخصوص مسیحی حلقوں میں طریقِ انتخاب کے بارے میں بحث ومباحثہ ختم نہیں ہوا۔

21 اکتوبر کو لاہور میں پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی نے "پاکستان میں عورتوں اور اقلیتوں کے حقوق" کے موضوع پر ایک سیمینار کا اہتمام کیا جس میں حزبِ اختلاف اور خواتین تنظیموں کی رہنماؤں نے شرکت کی۔ پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی کے رہنما جناب یونس راہی کے علاوہ سیمینار کے دوسرے نمایاں مسیحی مقرر کرسچن سٹڈی سنٹر راولپنڈی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر چارلس امجد علی تھے۔ مقرّرین نے دوسرے موضوعات کے ساتھ اقلیتوں کے لیے تجویز کردہ جداگانہ طریقۂ انتخاب کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ سیمینار میں منظور شدہ قراردادوں میں سے ایک میں کہا گیا تھا کہ جداگانہ طریقِ انتخاب کے تحت

(بقیہ حاشیہ)

اعلیٰ میں نائب وزیر خزانہ اور بعد میں مظفر علی قزلباش کے دور میں نائب وزیر قانون رہے۔ اکتوبر 1958ء کے مارشل لاء تک وہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن اور نائب وزیر تھے۔

جوشوا فضل الدین جداگانہ طریقِ انتخاب کے حامی تھے۔ 1956ء میں انہوں نے Separate Electorates: The Life Blood of Pakistan (لاہور: پنجابی دربار) تالیف کی تھی۔ 1970ء میں جب جداگانہ انتخاب کا اصول ترک کرتے ہوئے انتخابات کا انعقاد ہوا تو انہوں نے آزاد پاکستان مسیحی لیگ کے پلیٹ فارم سے شدید احتجاج کیا اور انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔

جوشوا فضل الدین ایک اچھے قلم کار تھے۔ اردو، انگریزی اور پنجابی میں ان سے کئی کتابیں یادگار ہیں۔ انہیں پنجابی نظم ونثر پر پورا عبور حاصل تھا اور پنجابی تخلیقات کی وجہ سے بلاشبہ ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

"اقلیتوں کا حلقہ نیابت دیگر ہم وطنوں سے الگ کر کے ان کو پاکستانی قومیّت کے دھارے سے باہر پھینک دیا گیا ہے۔ اس طرح وہ عملاً دوسرے درجے کے شہری بنا دیے گئے ہیں۔ پاکستان کرسچن نیشنل پارٹی کے زیر اہتمام اس سیمینار کے شرکاء پاکستانی اقلیتوں کے لیے جداگانہ طریقِ انتخاب کے اعلان کو رد کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ فرقہ واریت پر مبنی اس طریقِ انتخاب کو فوری ختم کیا جائے۔" (روزنامہ مساوات، لاہور-23- اکتوبر 1991ء)

ڈایوسیس کونسل لاہور کے ایک سیمینار جس میں وزیرِ مملکت برائے اقلیتی امور مہمانِ خصوصی تھے۔ جناب فیروز کنول نے کہا کہ پاکستان میں "اقلیتوں کو دوسرے درجے کا شہری بنا کر رکھ دیا گیا ہے اور جداگانہ طریق انتخاب سے ان کے حقوق کی حق تلفی کی جارہی ہے۔" (روزنامہ مساوات، لاہور - 26 اکتوبر 1991ء)

جداگانہ طریقِ انتخاب کی مخالفت کے ساتھ ساتھ مسیحی حلقوں کی جانب سے اسے قائم رکھنے کے حق میں بھی آوازیں بلند ہوئی ہیں۔ وزیرِ مملکت برائے اقلیتی امور پیٹر جان سہوترا نے واضح کیا کہ وہ جداگانہ انتخابات کے حامی ہیں۔ (روزنامہ مساوات، لاہور - 26 اکتوبر 1991ء) ایک دوسری مسیحی سیاسی تنظیم "پاکستان نیشنل کرسچن لیگ" کے صدر جناب جیمز صوبے خان نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ

"مسیحی مخلوط طریقِ انتخاب مسترد کر چکے ہیں---اقلیتوں کے لیے مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر سینیٹ، قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں نشستیں مخصوص کی جائیں اور راسی لحاظ سے ملازمتوں کا کوٹہ مخصوص کیا جائے۔" (روزنامہ پاکستان، لاہور - 26 اکتوبر 1991ء)

فروغِ مسیحیت مسلمانوں کے لیے خطرہ کیوں؟ مسیحی تجزیہ

کاتھولک نقیب (لاہور) میں شائع ہونے والے مقالہ" پاکستان میں مسیحی تشخص کی جدوجہد" کی تازہ ترین قسط میں لکھا گیا ہے کہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر میں مسیحیت کو فروغ حاصل ہوا اور زیادہ تر ہندوؤں کی نچلی ذات کے لوگوں نے مسیحیت اپنائی۔ مسیحیت کا فروغ دوسرے مذاہب کے لیے خطرہ بن گیا۔ مقالہ نگار کے الفاظ میں